تحقید

جلد04، شمارہ01، جون2023

مجید امجد کی نظموں میں ماحولیاتی تناظر

Atmospheric Prospective Of Majeed Amjad,s Poems

مصباح سلیم

ایم فل سکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونی ورسٹی فیصل آباد

ڈاکٹر طیبہ نگہت

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونی ورسٹی فیصل آباد

Misbha Saleem

M.Phil scholar, Department Urdu, Government College Women University Faisalabad

Dr. Tayyaba Nighat

Assistant Professor, Department Urdu, Government College Women University Faisalabad

p ISSN: 2789-4169

e ISSN :2789-6331

Received:

16-5-2023

Accepted:

Online:

Copyright: © 2023 by the authors. This article distributed under open-accessis an the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: The study of modern poets reveal the fact that Majeed Amjad stands distinct in matter of atmospheric sense in his poetry. His poems beautifully depict nature and its manifestations. As we go into deep study of his poems we observe that nature is in its alive shape as compared to his ancestors and contemporary poets. He hankers after the physical and celestial beauty of villages, cattle, wells and cultural heritage. This research article is an effort to bring forth Majeed Amjad Atmospheric Prospective in his poems and describe his views about nature and its relation with humanity.

Keywords: Distinct, Atmospheric Sense, Manifestations, Cultural Heritage, Hanker After, Celestial Beauty

کلیدی الفاظ:۔ ممتاز، ماحولیاتی تناظر، مظاہر، ثقافتی ورثہ، جستجو، سماوی خوبصورتی

مجید امجد کو فطرت کا شاعر کہا جا سکتا ہے۔ مجید امجد فطرت کو جیتا جاگتا سمجھتے ہیں۔ مجید امجد قدرتی حسن کو مصنوعی حسن پر فوقیت دیتے ہیں وہ اپنی زمین سے بے حد پیار کرتے تھے۔ فطرت کا حسن ان کی نظموں میں نظر آتا ہے۔ یہ درخت، یہ کھیت، یہ وادیاں، یہ دریا سب ان کی نظموں میں نظر آتا ہے۔ دیہات کے اندر جو چیز ان کے تجربے میں آتی ہے وہ اپنی نظموں میں بیان کرتے ہیں۔ پاکستان اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ایک حسین خطہ ہے ہر طرح کی خصوصیات سے مالا مال ہے۔ اس دھرتی میں چند ایسے خوبصورت مقامات ہیں جن کی خوبصورتی کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ پاکستان کے خوبصورت مناظر سرسبز شاداب، پہاڑ، دریا یہاں کا ثقافتی ورثہ اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔

مجید امجد کی نظموں کو اگر ماحولیات کے حوالے سے دیکھا جائے تو ان کی نظمیں گاؤں، ریوڑ، کنواں، ہری بھری فصلیں، ہڑپے کا ایک کتبہ اور توسیع شہر قابلِ ذکر ہیں۔ ماحول (دیہات) کے اندر سرسبز کھیت، بھیڑ بکریوں کے ریوڑ، دیہاتی عورت کی تصویر کشی، درختوں کا ذکر، چٹیل میدان ٹیلے کا ذکر کیا ہے۔ ان کی نظموں میں خاص بات یہ ہے کہ مجید امجد نظموں کو موضوعاتی حوالے سے پیش کرتے ہیں۔ ان کی ''ریل کا سفر'' میں بھی دیہاتی زندگی کا عکس جھلکتا نظر آتا ہے۔ مجید امجد کسی ریل کے سفر کے دوران یہ نظم لکھتے ہیں:

درختوں کے سایے سے آباد رستے
یہ آزاد راہی یہ آزاد رستے
بدلتے چلے جا رہے نظارے
نئے سے نئے آ رہے ہیں نظارے(۱)

مجید امجد کا ماحولیاتی شعور اپنے معاصر اور پیش رو شاعروں کی نسبت زیادہ گہرا ہے۔ اس کے دو اسباب تھے۔ مظاہر فطرت سے غیر معمولی دوستی اور ارضِ وطن سے محبت کا غیر معمولی جذبہ مظاہر فطرت سے دوستی کی وجہ ان کے ہاں فطرت کا ایک زندہ تصور پروان چڑھا۔ ان کے ہاں فطرت محض ایک مادی وجود نہیں ہے۔ بلکہ معنی سے معمور ایک زندہ حقیقت ہے۔ مجید امجد کا تصور فطرت ان کے تصور وقت سے مماثل مجید امجد کے شعری نظام میں درخت کو کلیدی مقام حاصل ہے۔ ان کے نزدیک درخت سماج کا ایک زندہ فرد ہے۔ شاعر کا عقیدہ ہے کہ درخت محسوسات رکھتے ہیں۔ وہ باتیں بھی کرتے ہیں اور سنتے بھی ہیں۔ پودے اور درخت انسان کے کلام اور اس کی محبت و فطرت پر اپنا ردِ عمل دیتے ہیں۔ دور کے پیڑ میں شاعر پیڑوں کا پیغام وصول کرتا ہے اور انھیں نظر انداز کیے رکھتا ہے۔ نظم گاڑی میں مجید امجد کا ماحولیاتی شعور جدید تہذیب کے پروردہ انسان کی غلبہ پسندی کے خلاف واضح مزاحمتی رُخ اختیار کرتا ہے۔ نظم کے عنوان سے ہی لگتا ہے کہ شاعر نے کسی مقام پر چلتی ہوئی گاڑی میں سے کسی جنگل کو دیکھا اور اس کی تصویر پیش کر دی لیکن یہ سادہ اور یک رُخی منظر نگاری نہیں ہے۔ نظم متکلم درختوں سے مخاطب ہے اور اس خطاب میں Humanism کے استحصال پسند فلسفے پر براہِ راست چوٹ کرتا ہے:

تم کتنے خوش نصیب ہو آزاد جنگلو
اب تک تمھیں چھوا بھی نہیں انسان کی بات
اب تک تمہاری صبح کو دھندلا نہیں کیا
تہذیب کے نظام کی تاریک رات نے(۲)

مجید امجد اکثر دیہاتوں میں شام کے وقت کی خاموشی کو بیان کرتے ہیں۔ دیہات میں ہر طرف پُرسکون سا ماحول ہوتا ہے۔ جبکہ شہروں میں ایسا بالکل بھی نہیں ہوتا۔ یہاں تو شام کے وقت ہر طرف گاڑیوں کا شور اور دھواں دکھائی دیتا ہے لیکن گاؤں میں سناٹا چھایا ہوتا ہے کہ اس کے اندر ہم کیڑے مکوڑوں اور پتنگے کی آواز بھی سن سکتے ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجید امجد شہر کی نسبت گاؤں کی زندگی کو زیادہ پسند کرتے ہیں جہاں وہ اس پُرسکون ماحول سے لطف اٹھاتے ہیں۔ تو اس نظم ''گاؤں''میں سر سبز کھیت اور درخت کی بات کرتے ہیں:

یہ کھیت ، درخت ، یہ شاداب گردو پیش
سیلاب رنگ و بو سے یہ سراب گردو پیش
مست شباب کھیتوں کی گلفشانیاں
دوشیزہ بہار کی اُٹھی جوانیاں(۳)

دیہاتی ماحول کے اندر بہار آنے سے کھیتوں اور درختوں پر رونق آجاتی ہے اور ہر طرف خوبصورت سماں دکھائی دیتا ہے۔ موسم بہار کے آنے سے ہر چیز سر سبز ہو جاتی ہے اور گاؤں کی اہمیت کو اس طرح اجاگر کرتے ہیں اور گاؤں ہر جگہ آباد ہوتے ہیں اور اس میں رہنے والوں کی تعداد شہریوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ مجید امجد کہتے ہیں کہ ہماری دنیا گاؤں میں آباد ہے۔ مجید امجد شہر کی نسبت گاؤں کے اندر رہنا پسند کرتے ہیں کیونکہ گاؤں کے ماحول میں سکون ہوتا ہے اور ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی ہوتی ہے۔ جہاں گاؤں کے ماحول کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں تو ہی اپنے شہروں سے محبت کو پیش کرتے ہیں۔

مجید امجد اپنے ارد گرد کی چیزوں کو زیادہ گہرائی سے دیکھتے ہیں اور اس کو اپنی نظموں میں پیش کرتے ہیں۔ وہ اپنے ماحول سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ارد گرد کے ماحول کو خاص اہمیت دیتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی تہذیب سے جدا معلوم نہیں ہوتے۔ ان کی ایک نظم ''کنواں''تصور وقت کی عکاسی کرتا ہے۔ اور یہ نظم پورے دیہاتی ماحول کو پیش کرتی جس کے اندر کھیت، بیلوں کی جوڑی تہذیب کا پتہ دیتی ہے۔ کنویں خشک ہونے کی وجہ سے ماحول میں بہت سے لوگوں کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ یہ حقیقت ہے جتنے وسائل زیادہ ہوں گے۔ تو اتنے مسائل بھی درپیش ہوں گے لیکن مجید امجد اس نظم میں وسائل نہ ہونے کی بات کرتے ہیں جب کنواں پانی نہیں دے گا تو زیادہ مسائل رونما ہوں گے اور فصلیں بھی زیادہ کاشت نہیں ہوں گی۔

کنواں چل رہا ہے مگر کھیت سوکھے پڑے ہیں نہ فصلیں ، نہ خرمن ، نہ دانہ
نہ شاخوں کی باہیں ، نہ پھولوں کے مکھڑے ، نہ کلیوں کے ماتھے نہ رُت کی جوانی
گزرتا ہے کہاروں کے پیاسے کناروں کو یوں چیرتا ، تیز خون رنگ پانی
کہ جس طرح زخموں کی دکھتی تپکتی تہوں میں کسی نشتر کی روانی(۴)

اگر اس وقت پانی کے کئی اور مسائل ہوتے تو اس طرح ایک کنواں والا بھی آلام کی نیند نہ سوتا بلکہ وہ اپنے کام کاج میں مصروف رہتا ہے۔ ان کی نظم سے بھی اندازہ کر سکتے ہیں کہ کنواں والا کس طرح میٹھی نیند سو رہا ہے اور وہ اس دنیا سے بے نیاز ہے اس کو کوئی فکر نہیں کہ کھیت سوکھے پڑے ہیں۔

کنواں والا گاڑی پر لیٹا ہے۔ مست اپنی ہنسی کی میٹھی سریلی صحرا میں کہیں کھیت سوکھا پڑا ہے اور نہ اس تک کبھی آئی پانی کی باریک کھیت سوکھے پڑے رہنے کی وجہ پانی کی قلت ہو سکتی ہے جس نے کھیت کے اندر ہریالی نہیں رہی۔

ہر انسان کو اپنی دھرتی سے محبت ہوتی ہے اور وہ اس کے اندر ہر چیز کا مشاہدہ کرتا ہے۔ مجید امجد کو اپنے ماحول کے اندر جس چیز کا احساس ہوا اس کو اپنی نظم کا حصہ بنایا۔ مجید امجد لوگوں کے اندر مساوات کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ وہ ان لوگوں کو کامیاب سمجھتے ہیں جن لوگوں کے اندر اتحاد، اتفاق ہوگا۔ ہر انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا فائدہ اُٹھا رہا ہے۔ چاہے کوئی محبت کرتا ہے یا نہیں لیکن اس کی رحمت ہر انسان کے اوپر ہوتی ہے۔ صبح ہوتی ہے اور شام ہوتی ہے اور ہر انسان کے لیے یکساں وقت ہوتا ہے کچھ لوگ محنت کر کے اپنی اچھی زندگی گزار رہے ہیں اور کچھ لوگ محنت نہیں کرتے وہ بھی گزارتے ہیں لیکن آسودگی میں گزارتے ہیں۔

مجید امجد اختر الایمان کے اہم معاصرین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ جدید نظم شعرا میں ان کا قد خاصا بلند ہے۔ مجید امجد نے غزلیں بھی لکھیں اور نظمیں بھی لیکن مجید امجد بنیادی طور پر نظم کے شاعر ہیں۔ اور انھیں شہرت دوام نظم سے ہی حاصل ہوئی ان کی نظموں میں بڑا تنوع اور رنگارنگی ہے۔ مجید امجد کی نظمیں موضوع اور اسلوب کے اعتبار سے جداگانہ حیثیت رکھتی ہیں۔ اس کی شاعری کے موضوعات زندگی کی عمومی سطح سے تعلق رکھتے ہیں۔ مجید امجد نے اپنی شاعری کے لیے خام مواد اپنے گردوپیش سے حاصل کیا۔ مجید امجد کسی تحریک سے وابستہ نہیں تھے۔ اس لیے ان کے ہاں زندگی کے تمام ساز در آئے۔ زندگی سے وابستہ کوئی بھی مسئلہ ان کی شاعری کا موضوع بن جاتا ہے۔ ایک حساس شاعری کی طرح انھوں نے زندگی کے مختلف سطحوں پر پیدا شدہ انتشار کو محسوس کیا۔ مجید امجد کے ہاں کسی مسائل سے چشم پوشی نہیں ملتی بلکہ انھوں نے اپنے حواس کو کھلا رکھا اور زندگی کے مسائل سے آگہی حاصل کی۔ مجید امجد جن گلی کوچوں، گھروں، بازاروں، پہاڑوں، میدانوں اور فطرت کے مظاہرات کے درمیان سانس لیتے ہیں اور جن چھوٹے چھوٹے زندگی کے مسائل سے دوچار ہوئے تو وہ ان موضوعات کو اپنی شاعری میں بیان کرتے ہیں۔ ان کی نظموں میں پنواڑی، آٹوگراف، بس اسٹینڈ پر، کنواں، بن کی چڑیا وغیرہ نظمیں اس کی زندہ مثالیں ہیں۔ مجید امجد کی شاعری کے بارے میں ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں:

> ”مجید امجد کی نظموں میں قریبی اشیاء کے وجود کا گہرا احساس ہوتا ہے۔ کلس، گلیاں، بس اسٹینڈ، پان، چائے کی پیالی، دھوپ رچے کھلیان، آنگن، نالیاں اور اس طرح کی اَن گنت دوسری اشیا جو شاعر کے ماحول کا حصہ ہیں۔ بڑی آہستگی سے اس کے کلام میں ابھرتی چلی آتی ہیں۔ شاعر کا مشاہدہ بڑا گہرا ہے اور اس کی نظروں سے ماحول کا کوئی نوکیلا پہلو او جھل نہیں۔ تاہم مجید امجد کا یہ پہلو محض خارجی ماحول کی تصویر کشی تک محدود نہیں یہ سارا ماحول اور اس کی اشیاء شاعر کے تجربے کی چکاچوند سے اکتسابِ نور بھی کرتی ہیں اور نتیجہ ہانپتی، دھڑکتی اور مچلتی ہوئی نظر آتی ہے۔“(۵)

مجید امجد نے بڑی مہارت کے ساتھ اپنے احساسات و جذبات کو مظاہرات کے حوالے سے ظاہر کیا ہے۔ پنواڑی، امروز، گاڑی میں، طلوع فرض، توسیع شہر، بھکارن وغیرہ جیسی نظمیں شاعر کے داخلی کیفیت کی بھرپور ترجمانی کرتی ہیں۔ توسیع شہر کا یہ حصہ ملاحظہ ہو:

جن کی سانس کا ہر جھونکا تھا ایک عجیب طلسم
قاتل تیشے چیر گئے ان ساونتوں کے جسم
گری دھڑام سے گھائل پیڑوں کی نیلی دیوار

کٹتے ہیکل چھرتے بنجر ، چھٹتے برگ و بار
سہمی دھوپ کے زرد کفن میں لاشوں کے انبار
آج کھڑا میں سوچتا ہوں اس گاتی نہر کے دوار
اس مقتل میں صرف اک میری سوچ لہکتی ڈال
مجھ پر بھی اب کاری ضرب اک ، اے آدم کی آل(۶)

مجید امجد فطرت سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ مجید امجد کی نظموں میں فطرت اور بالخصوص درختوں سے جذباتی لگاؤ کی صورت نمایاں ہے۔ درخت اور اس کی شاداب گھنی چھاؤں اس کے احساس کا ایک حصہ بن جاتی ہیں یا یوں کہا جائے کہ اشجار ایک زندہ وجود کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جو زندگی کے مختلف موڑ پر اس کا ساتھ دیتے ہیں۔

تنگ پگڈنڈی ، سر کہسار بل کھاتی ہوئی
نیچے دونوں سمت گہرے غار منہ کھولے ہوئے
آگے ڈھلوانوں کے پار اک تیز موڑ اور اس جگہ
اک رشتے کی طرح نورانی پر تولے ہوئے
جھک پڑا ہے آکے رستے پر کوئی نخل بلند
تھام کر جس کو گزر جاتے ہیں آسانی کے ساتھ
موڑ پر ڈگمگاتے ریزوں کے قافلے(۷)

مجید امجد کی اس نظم میں درخت محض ایک نباتی اکائی نہیں بلکہ زندہ ماحول کے محافظ ہونے کا استعارہ بھی ہیں۔ ڈاکٹر وزیر آغا کی ایک نظم میں درخت محض ماحول نہیں بلکہ اس کی داخلی اور ذہنی کائنات میں بھی ارتقا کا وسیلہ بنتا ہے:

پیپل کیا ہے؟ جوگی کا ہے درسا ایک استھان
جھونکے ، پتے ، پنچھی ، انسان ، سب اس کے مہمان
کھاٹ پہ لیٹا سوچ رہا ہوں میں ، مورکھ نادان(۸)

ڈاکٹر وزیر آغا کے نزدیک اس طرزِ عمل نے انسان کو اس کی اصل سے یوں الگ کیا ہے جیسے کسی شیر خوار بچے کو اس کی ماں سے جدا کر دیا جائے۔ درخت مامتا کا پہلا روپ ہے۔ اپنی نظم "ماں" میں اس تعلق کو ایک تمثیل کے ذریعے یوں واضح کیا ہے:

وہ برگد کا اک پیڑ تھی
جس کے مانوس، گہری، خشک چھاؤں میں
ہم نے عمریں بتائیں
وہ مخمل کا اک نرم چھتنار تھی

جس کے پتوں میں چھپ کر
مہکتی ہوئی دودھیا شاخ کو تھام کر
ہم نے میٹھی سی راحت کا انعام پایا
وہ پتوں کے پنکھے سے
شاخوں کی لوری سے ہم کو سلاتی رہی
سکڑتی رہی
اور پھر ایک دن
اک بگولا اُٹھا
پیڑ جڑ سے اکھڑ کر پرے جا پڑا
اور چھتنار کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھے ہوئے سارے پنچھی
بھیانک سی چیخوں کے کہران میں اڑ پڑے
آسمان کی طرف پھر بکھرتے گئے چار سو(۹)

مجید امجد نے اپنے مقامی ماحول کے چھوٹے سے چھوٹے موضوع کو اپنی تخلیق کا موضوع بنایا۔ اور نظمیں بھی لکھیں۔ انھوں نے مختلف علامتوں کے ذریعے اپنی بات کو بیان کیا۔ بچے کی علامت، دھوپ، روشنی، اجالا، حرارت وغیرہ کی علامت کو بیان کیا ہے۔ ان کے ہاں علامات کا زیادہ استعمال ہے۔ مجید امجد کے ہاں موسموں کے حوالے سے بھی اشعار ملتے ہیں۔ انھوں نے فطرت کے اس پہلو کو شاعری میں بیان کیا۔ موسم بہار چونکہ اُردو شاعری میں سکہ بند موضوع رہا۔ تو تمام شعرا کی طرح ہمیں مجید امجد کے ہاں بھی بہار کے حوالے سے اشعار اور نظمیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔

بہار کے حوالے سے مجید امجد کے ہاں جو اشعار اور نظمیں ملتی ہیں درج ذیل ہیں:

فریب رنگ و بو ہے اور تم ہو
بہار صد خزاں ہے اور میں ہوں

مجید امجد کی نظموں میں متروکہ مکان، بس اسٹینڈ پر، صاحب کا فروٹ فارم، آٹو گراف اور پہاڑوں کے بیٹے جیسی نظموں میں واقعیت جن محسوسات میں ڈھلتی ہے وہ ایک رُخ نہیں کثیر جہتیں رکھتے ہیں اور یہ مجید امجد کا خاص ہنر ہے۔ ”متروکہ مکان“ میں آخری بند کی سطح کو بے حد بلند کر دیتا ہے:

بھر لیے ہم نے ایوانوں میں تھے جتنے شگاف
کون دیکھے آسماں کی چھت میں ہیں کتنے شگاف(۱۰)

مجید امجد کو مقامی تہذیب اور ماحول کا نمائندہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ مجید امجد اپنے اردگرد کے ماحول کو خاص اہمیت دیتے ہیں۔ ان کا لینڈ اسکیپ لہلہاتے کھیتوں، جھومتے درختوں، ہوا کے جھونکوں، شور مچاتے پنچھیوں، دیہاتی پگڈنڈیوں، باغ کی روشنیوں، رہٹ کی آوازوں اور گاؤں کے

مکان سے نکلتے دھوؤں کی لکیروں سے ترتیب پاتا ہے۔ گاؤں کے حوالے سے بعض موسموں، تہواروں کا ذکر بھی مجید امجد کی نظموں میں جا بجا ملتا ہے۔ مثال کے طور پر ''بیساکھ'' نظم میں لکھتے ہیں:

بیساکھ آیا، آئی فسوں زائیوں کی رُت
آئی حسین کلیوں کی برنائیوں کی رُت
گاؤں کے مرد و زن نے اٹھائیں درانتیاں
آئی سنہری کھیتوں کی لائیوں کی رُت
گندم کی فصل کاٹنے کے خوش گوار دن
محنت کشوں کی زمزمہ پیرایوں کی رُت
خوشوں کے بکھرے بکھرے سے انباروں کا سماں
کھلواڑوں کے نگاروں کی رعنائیوں کی رُت(۱۱)

مجید امجد نے جہاں جھنگ کے مزاج اور فضا کو پیش کیا ہے وہاں لفظ کا چناؤ بھی ایسا ہی ہے جو نظموں کی فضاؤں کے عین مطابق ہے۔ ان کے یہاں جس ماحول کی عکاسی کی گئی ہے لفظ اور علامت اسی کے مطابق تراشے گئے ہیں۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری لکھتے ہیں:

''مقامی وجود کی خوشبو مجید امجد کے تخلیقی عمل میں ہر ہر سمت پھیلی ہوئی ہے اور نئی اُردو شاعری کے لیے یہ تجربہ ایک نئی بشارت کی حیثیت رکھتا ہے۔''(۱۲)

نظم ''سایوں کا سندیس'' مجید امجد کی نظموں کے ماحول کی ایک خوبصورت نمائندہ نظم ہے:

بھیگی بھیگی نتھری روشنیوں کا دن
رستے رستے پر بے برگ درختوں کے سایے
دھوپ کے پیلے آنچل پر مٹیالے گل بوٹے
دنیا ان کو روند گئی یہ خاکے مٹ نہ سکے
میٹھی میٹھی ٹھنڈک ، نکھرا نکھرا دن اور میں
بھیگے راستوں سے یہ سایے چننے آیا ہوں
میرے من میں ہیں جو جھمیلے ، ان سے کیا الجھوں
اپنی جھولی آج ان مسلے پھولوں سے بھر لوں(۱۳)

عقیل احمد صدیقی لکھتے ہیں:

”مجید امجد اور فطرت کے بظاہر معمولی واقعات و مناظر کو لے کر نظم کی تعمیر کرتے ہیں۔ یہ واقعات و مناظر تخیل کی پیداوار نہیں ہوتے بلکہ ماحول سے ماخوذ اور مشاہدہ ہوتے ہیں۔ اس سے ان کی شاعری میں مجموعی طور پر ارضیت اور اپنی مٹی سے جڑے ہونے کا احساس پیدا ہوتا ہے۔“(۱۴)

مجید امجد کی شاعری کا مطالعہ یہ حقیقت سامنے لاتا ہے کہ درخت مجید امجد کے ہیرو ہیں۔ گھنے، سہانے، چھاؤں، چھڑکتے، بور لدے چھتنار مجید امجد کو اس لیے پسند ہیں کہ وہ مفر گیسوں کو جذب کر کے انسان کو مفید گیسیں فراہم کرتے ہیں۔ بالفاظ دیگر لوگوں کے دکھ خود لیتے ہیں اور انہیں سکھ پہنچاتے ہیں۔ خود دھوپ میں چل کے دوسروں کو راحت پہنچاتے ہیں۔ اس نظم ایک کوہستانی سفر کے دوران میں ایک نخل بلند جھک کر ڈگماتے راہروؤں کی دست گیری کر رہا ہے اور حالی سے اس سفر کی تصویر بنا کھڑا ہے۔

یہی ہے عبادت یہی دین و ایمان
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں(۱۵)

مجید امجد کی شاعری میں مقامی، قصبات کی زندگی، زرعی علامتوں ہڑپاؤ وغیرہ کے ذکر سے بعض اہل نقد نے یہ گمان کر لیا ہے کہ مجید امجد کی شاعری کی فضا اور ماحول وادی سندھ کا ہے۔ مجید امجد کی نظم وادی سندھ سے تعلق کو سب سے پہلے یحیٰی امجد نے بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

”یہ (مجید امجد) پاکستانی جمالیات ہے وادی سندھ کی جمالیات ہے اس میں ہزاروں سال کا تہذیبی رچاؤ ہے جس کی جڑیں اپنی زمین میں ہیں ایران، توران، دلی اور لکھنؤ میں نہیں۔“(۱۶)

مجید امجد جس ماحول اور سماج میں پلے بڑھے جس ماحول میں انھوں نے آنکھ کھولی۔ وہاں امیر، غریب، ادنیٰ، اعلیٰ استحصال اور سامراج کی اونچ نیچ دیکھی۔ پنواڑی، بھکارن، گداگر، اس طرح کے سینکڑوں کردار ان کی نظموں میں نظر آتے ہیں۔ جو ان کے اپنے ماحول کے پروردہ ہیں جن کے ساتھ وہ محبت اور ہمدردی کے رشتے سے منسلک ہیں۔ پنواڑی کی موت کے جب اس کا کم سن بالا اپنے والد کی جگہ بیٹھا پان لگا رہا ہے تو مجید امجد نے اسے نظم کے پیکر میں ڈھال دیا:

صبح بھجن کی تان صنوبر جھنن جھنن لہرائے
ایک چتا کی لاکھ ہوا کے جھونکوں میں کھو جائے
شام کو اس کا کم سن بالا بیٹھا پان لگائے
جھن جھن، ٹھن ٹھن، چونے والی کٹوری بجتی جائے
ایک پتنگا دیپک پر جل جائے دوسرا آئے

”صاحب کا فروٹ فارم“ بھی کمال کی نظم ہے جس میں فطرت کی حسین جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں:

یہ دھوپ جس کا مہین آنچل
ہوا سے مس ہے۔۔۔
رتوں کا رس ہے؟

تمام چاندنی، جو نرم مٹی پھوٹتے بور کی چٹکتی چنبیلیوں میں انڈیل دی ہے۔ تمام سونا، چوپانیوں، ٹہنیوں، شگوفوں میں یہ ان کے زرد سنگتروں سے ابل پڑا ہے تمام دھرتی کا دامن، جو بھیدو کے بھین میں دور دور تک سر دڈالیوں پر بکھر گیا ہے۔

رتوں کا رس ہے۔۔۔رتوں کے اس کو
گداز کر لو
سبو میں بھر لو(۱۷)

مجید امجد ہر لمحہ نئے نئے منظروں کی تلاش کرنے اور انھیں انداز میں بیان کرتے ہیں۔ اگر مجید کی کلیات کا کوئی بھی صفحہ کھول لیں تو پھول، کلیاں، ندی، نالے، تتلیاں نیز ہر چیز کی علامتیں نظر آتی ہیں۔ ان کی تمام نظمیں ماحولیات پر مشتمل ہیں۔ انھوں نے ماحولیات پر موجود تمام نظموں کو خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔

مجید امجد دیہات کی زندگی کو بیان کرتے ہیں۔ دیہات کے اندر لوگوں کا پیشہ کھیتی باڑی ہوتا ہے اور اکثر لوگ جن کی اپنی زمین ہوتی ہے۔ وہ کھیتی باڑی ہی کرتے ہیں اور جن کے پاس کھیتی باڑی کے لیے زمین نہیں ہوتی۔ وہ لوگ بھیڑ بکریاں پالتے ہیں۔ میدانی علاقوں میں جگہ بہت زیادہ وسیع ہوتی ہے اور بھیڑ بکریوں کے چرنے کی جگہ بھی وسیع ہوتی ہے۔ مجید امجد اپنی نظم ریوڑ میں ایک ایسے چرواہے کی منظر کشی کرتے ہیں جو کہ ایک ڈھلوانی سطح پر بھیڑ بکریوں کا ریوڑ چرا رہا ہے۔ اور وہ اس ڈھلوانی علاقے سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔ مجید امجد ان بکریوں کے چلنے پھرنے، ان کی اٹکھیلیاں کرتے ہوئے منظر کو پیش کرتے ہیں جس میں شام کا منظر شامل ہوتا ہے جب وہ اپنا پیٹ بھر کر شام کو واپس لوٹتی ہیں:

شام کی راکھ میں کتھری ہوئی ڈھلوانوں پر
ایک ریوڑ تھکے قدموں کا مدھم آہنگ
جس کی ہر لہر دھندلکوں میں لڑھک جاتی ہے
مست چرواہا، چراگاہ کی ایک چوٹی سے
جب اترتا ہے تو زیتون کی لانبی سونٹی
کسی جلتی ہوئی بدلی میں اٹک جاتی ہے
بکریاں، دشت کی مہکار میں گوندا ہوا دودھ
چھاگلوں میں لیے جب رقص کناں آتی ہے
کوئی چوڑی زخم دوراں پر چھنک جاتی ہے(۱۸)

مجید اس نظم میں چرواہے کی منظر کشی کرتے ہیں۔ مجید امجد معاشرے کے اندر ہونے والے واقعات کو چھپا نہیں سکتے۔ معاشرے کے اندر غریبوں کے ساتھ امتیازی سلوک، اخلاقیات کا فقدان، سماج کے اندر بلند و پست کو اپنی نظموں کا موضوع بناتے ہیں۔ امیر امیر تو ہوتا ہے اور غریب افلاس کی زندگی بسر کرتا ہے۔ امیر لوگوں کی فطری سفاکی ہمیشہ سے رہی وہ ہمیشہ اپنے رعایا پر ظلم و ستم کرتے ہیں۔ ہمارے معاشرے کے اندر امیر اور

غریب والی تفریق ہمیشہ سے قائم رہی ہے اور آج کے دور میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ مجید امجد نے ان مظلوم لوگوں کی حمایت کی ہے اور رعایا ہمیشہ اپنے مالک کے لیے بد دعا نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے لیے تعریف کرتا ہے لیکن بادشاہ رعایا کے اوپر ظلم و ستم کی کوئی کسر نہیں چھوڑتا۔

مجید امجد کا خاص ماحول دیہاتی ہے۔ وہ دیہاتی لوگوں کی زندگی کو پیش کرتے ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ اظہار ہمدردی بھی کرتے ہیں اور ان کے مسائل کو اجاگر کرتے ہیں۔ مجید امجد درختوں کو انسانی زندگی کے لیے لازمی تصور کرتے ہیں۔ اور ان درختوں کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ شہروں کی آبادی بڑھنے کے سبب درخت کاٹ لیے جاتے ہیں۔ اور ایک جگہ انسان اپنا مسکن بناتے ہیں جس کی وجہ سے درخت کم ہو رہے ہیں اور اس کی جگہ نئی آبادیاں قائم ہو رہی ہیں۔

تم کتنے خوش نصیب ہو آزاد جنگلو
تم کو ابھی چھوا نہیں انسان کے ہاتھ نے[۱۹]

الغرض مجید امجد کا ماحول خاص پنجاب کے دیہات سے تھا۔ دیہات کے اندر چاروں طرف کھیتوں کو سیر اب کرنے کے ذرائع مثلاً کنویں رہٹ نالے راجباہ نہریں ہمارے دیہاتی ماحول کو پیش کرتے ہیں اور اسی طرح کے کئی پرانے طریقے ان کی نظموں میں ہمیں ملتے ہیں۔ انسانوں کا اس زرعی ماحول کے ساتھ تعلق واضح ہوتا ہے۔

حوالہ جات

1. مجید امجد، انتخاب مجید امجد، مرتبہ: ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ص:۲۱۸
2. مجید امجد، کلیاتِ مجید امجد، (مرتبہ: ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا)، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء، ص:۲۷
3. مجید امجد، انتخاب مجید امجد، مرتبہ: ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ص:۱۸۸
4. ایضاً، ص:۱۸۸
5. وزیر آغا، مجید امجد کی داستان محبت، لاہور: ۱۹۹۱ء، ص:۴
6. مجید امجد، کلیاتِ مجید امجد، (مرتبہ: ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا)، لاہور: ماورا پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء، ص:۳۲۶
7. محمد زکریا، خواجہ، ڈاکٹر، مرتبہ: کلیات مجید امجد، ص:۳۲۸
8. وزیر آغا، ڈاکٹر، چہک اُٹھی لفظوں کی چھاگل، لاہور: مکتبہ فکر و خیال، ۱۹۹۱ء، ص:۱۸۳
9. ایضاً، ص:۲۲۵
10. عبداللہ، سید، ڈاکٹر، ولی سے اقبال تک، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء، ص:۹۱
11. مجید امجد، کلیاتِ مجید امجد، (مرتبہ: ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا)، ص:۲۲۶
12. تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، مجید امجد، آشوب رہٹ اور مقامی وجود کا تجزیہ، مضمون، مشمولہ: دستاویز، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص:۲۶۴
13. مجید امجد، کلیاتِ مجید امجد، (مرتبہ: ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا)، ص:۳۹۱
14. عقیل احمد صدیقی، جدید اُردو نظم، نظریہ علم، علی گڑھ: ایجوکیشنل ہاؤس، ۱۹۹۰ء، ص:۳۰۶
15. الطاف حسین حالی، دیوانِ حالی، لاہور: بک سٹال، ۲۰۰۵ء، ص:۴۱
16. یحییٰ امجد، پاکستانی عوامی ادبی کلچر کا پیش رو، مضمون، مشمولہ: لاہور، ۱۹۹۱ء، ص:۳۶۷
17. مجید امجد، کلیاتِ مجید امجد، (مرتبہ: ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا)، ص:۳۸۳
18. ایضاً، ص:۱۶۰
19. ایضاً، ص:۲۷

References:

1. Majeed amjnad, intakhab majeed amjad, muratab: dr. khaja Muhammad zikrya, page 218
2. Majeed amjad, kulyat majeed amjad,(muratab: dr. khaja Muhammad zikrya), Lahore: al hamd publications, 2014, page 72
3. Majeed amjnad, intakhab majeed amjad, muratab: dr. khaja Muhammad zikrya, page 188
4. Azeen, page 188
5. Wazir agha, majeed amjad ki dastan e muhabbat, Lahore: 1991, page 4
6. Majeed amjad, kulyat majeed amjad,(muratab: dr. khaja Muhammad zikrya),, Lahore: mawra publications, 1991, page 326
7. Muhammad zikrya, khaja, dr, murtba: kulyat majeed amjad, page, 328
8. Wazir agha, dr, chahk uthi lafzo ki chagul, Lahore: maktba fikr o khyal, 1991, page,183
9. Azeen, page 225
10. Abdullah, syed, dr, wali sy iqbal tak, Lahore: sang mel publications, 2006, page, 91
11. Majeed amjad, kulyat majeed amjad,(muratab: dr. khaja Muhammad zikrya), page 226
12. Tabassum kashmeri, dr, majeed amjad, ashob raht or mukami wajood ka tajzia, mazmoon, mashumla: dastwizat, Lahore, 1991, page 264
13. Majeed amjad, kulyat majeed amjad,(muratab: dr. khaja Muhammad zikrya), page 391
14. Akeel ahmad sadiqi, jaded urdu nazm, nazria ilmo, alighar: educational house, 1990, page, 306
15. Altaf hussain hali, dewan hali, lahore: book stal, 2005, page 41
16. Yahya amjad, Pakistani awami adbi culture ka paish ro, mazmoon, mashmula: Lahore, 1991, page 367
17. Majeed amjad, kulyat majeed amjad,(muratab: dr. khaja Muhammad zikrya), page 383
18. Azeen, page 160
19. Azeen, page 72